پاکستان میں اسلامی نظامِ کفالت کے فروغ میں کوشاں اداروں کی خدمات ایک تحقیقی جائزہ

مفتی محمد راشدا خان عوان

ABSTRACT

Pakistan is an Islamic democratic state wherein the enactment of Islamic system is utmost necessary. Kafalat (social security) is one of its parts where it is required to look after the orphans, widows and disadvantaged people with utmost care. Purpose of Kafalat is to provide benefit to needy and deserving people. The concept of Kifalat in Islamic system is to grant and provide services from food to education, health, jobs and other elements of human life. Today Pakistani society needs such Islamic system of Kifalat which revive the early golden era of Khilfa-e-Rashdeen and the world would accept that their only survival is in this system which is a complete code of life.

Keywords: Pakistan, Islamic System, Enactment, Kafalat (Social Security), Needy, Deserving People.

لیکچرار: اسلامک اسٹیڈیز، سرسید یونیورسٹی انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی

موضوع کا تعارف

اسلام امن و سلامتی، صلاح و فلاح، ایثار و ہمدردی، عیادت و تعزیت، غم خواری و غم گساری، انفاق فی سبیل اللہ اور خدمتِ خلق کا دین ہے جس کا پیغام اور نظامِ فلاحِ معاشرہ اور اصلاحِ انسانیت ہے۔اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیں تو اس میں ایک چوتھائی حصّہ عقائد و عبادات کا ہے مگر تین چوتھائی توجہ معاملات پر ہے۔اس حدیث کے مصداق وہی لوگ ہیں جو انسانوں کی خیر خواہی اور نفع مندی کا سامان پیدا کرتے ہیں، ان کے قلوب خدمت، خلق کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں، وہ ہمہ وقت اسلامی ریاست کے اداروں اور ملازمین میں رفاہِ عامہ کے منصوبوں اور عوامی فلاح و بہبود کی تدابیر پر عمل پیرا دکھائی دیتے ہیں۔قرآنِ کریم کو اگر ہم تحقیقی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو ہمیں بار بار فاہی کاموں کے مضامین اور موضوعات کو بیان نظر آئے گا۔

اس آرٹیکل کا مقصد پاکستان میں اسلامی نظامِ کفالت کی اہمیت و افادیت کو سمجھنا مقصود ہے۔اور اس موضوع کو سمجھنے کے لیے بس اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ خدمت خلق وقت کی ضرورت بھی ہے اور بہت بڑی عبادت بھی ہے۔کسی انسان کے دُکھ درد کو بانٹنا حصولِ جنت کا ذریعہ ہے۔کسی زخمی دل پر محبت و شفقت کا مرہم رکھنا اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔کسی مقروض کے ساتھ تعاون کرنا اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کو حاصل کرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔کسی بیمار کی عیادت کرنا مسلمان کا حق بھی ہے اور سنت رسولؐ بھی۔کسی بھوکے کو کھانا کھلانا عظیم نیکی اور ایمان کی علامت ہے۔دوسروں کے کام آنا ہی اصل زندگی ہے، اپنے لیے تو سب جیتے ہیں، کامل انسان تو وہ ہے، جو اللہ کے بندوں اور اپنے بھائیوں کے لیے جیتا ہو۔علامہ اقبال کے الفاظ میں ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے آتے ہیں جو کام دوسروں کے خدمت خلق کے لغوی معنی مخلوق خدا کی خدمت کرنا ہے اور اصطلاح اسلام میں خدمت خلق کا مفہوم یہ ہے: رضائے حق حاصل کرنے کے لیے تمام مخلوق خصوصاً انسانوں کے ساتھ جائز امور میں مدد دینا ہے۔لوگوں کی خدمت سے انسان نہ صرف لوگوں کے دلوں میں بلکہ بارگاہ صمدیت میں بھی بڑی عزت و احترام پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا حقدار بن جاتا ہے۔خدمت خلق میں صرف مالی امداد و اعانت ہی شامل نہیں بلکہ کسی کی رہنمائی کرنا، کسی کی کفالت کرنا، کسی کو تعلیم دینا، کوئی ہنر سکھانا، اچھا اور مفید مشورہ دینا، کسی کی علمی سرپرستی کرنا، مسجد اور مدرسہ قائم کرنا، نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا وغیرہ یہ تمام اُمور خدمت خلق میں آتے ہیں۔ہمدردی اور احترامِ انسانیت جس کا ہمارا دین مطالبہ کرتا ہے، وہ ایک معاشرتی اصلاح کا کامیاب نسخہ ہے، جس کی بدولت معاشرے کے افراد ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔

ایک موقع پر نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یعنی تم میں سے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکے تو پہنچائے۔(۱)

اگر ہم فی زمانہ اس حدیث کے آئینے میں پاکستان میں کام کرنے والے ویلفیئر اور این جی اوز کا جائزہ لیں تو ہمیں اس فرمان کے جذبہ کے تحت مختلف شعبہ ہائے زندگی میں کام کرتے نظر آئیں گے جن میں سر فہرست دور حاضر کا مشہور ادارہ سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ بھی شامل ہے۔ جو زندگی سے موت تک ۶۳ شعبہ جات میں میں دکھی، پریشان، غمگیں لوگوں کو خوشیوں اور راحتوں کی بہاریں لٹارہا ہے۔

کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ ربّ تعالیٰ نے اس دنیا میں امیر وغریب، مالدار ونادار، بادشاہ وفقیر ہر قسم کے لوگوں کو پیدا فرمایا۔ امیروں، مالداروں، کومال دیا تو ساتھ زکوٰۃ، خیرات وصدقات کے زریعے غریبوں کی مدد کرنے، ان کی دیکھ بھال کرنے، یہاں تک کہ ان کی کفالت کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک دفعہ اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملاتے ہوئے صحابہ سے فرمایا: ترجمہ: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا قیامت کے دن اس طرح ہوں گے۔(۲)

یعنی جس طرح شہادت اور درمیان والی انگلیاں قریب قریب ہیں اسی طرح وہ کفالت کرنے والا قیامت کی ہولناکیوں میں میرے ساتھ ہوگا۔ یہ بشارت صرف یتیم کی سرپرستی کرنے والے کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو غریب اور نادار لوگوں کی مدد کرتا ہے۔

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بہترین اور بدترین گھر کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا: مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔(۳)

اور بالکل اسی طرح بیوہ کے ساتھ حسن سلوک اس کی نگہداشت کرنے والے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیواؤں اور مسکینوں کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو خدا کی راہ میں جنگ کرتا ہے اور اس شخص کی طرح ہے جو رات بھر خدا کے حضور کھڑا رہتا ہے اور تھکتا نہیں اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو افطار نہیں کرتا۔(۴)

اسلام کا نظام کفالت

اسلام اس دنیا میں ایسی روشنی لے کر نمودار ہوا کہ ظلمت بھری دنیا کے گوشے گوشے کو نورانیت سے بھر دیا، صرف ۲۳ سال کی قلیل مدت میں اسلام نے اپنا لوہا منوالیا اور ہر میدان میں ایسا نظام پیش کیا کہ دنیا

امن کا گہوارہ بن گئی،امراء کو عزت ملی تو غریبوں کو سکون اور آسائش ملی، ہر فرد دوسرے کے غم کو اپنا غم اور دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنے لگا، حتیٰ کہ پورا معاشرہ ایک جسدِ واحد کا نظارہ پیش کرنے لگا، جس کے ایک حصے کی تکلیف کو محسوس کرنے والا صرف ایک عضو ہی نہیں ہوتا، بلکہ پورا جسم ہوتا ہے۔

آج یورپ ناز کرتا ہے اس بات پر کہ اس نے کفالت عامہ(Social Security)کا تصور پیش کر کے عاجز اور محتاج لوگوں پر احسان عظیم کر دیا ہے۔ اور اس کارِ خیر کا ہیرو برطانیہ کے وزیر بیورج (Beberdge)کو گردانتے ہیں اس نے ۱۹۴۲ء میں بیورو رپورٹ دنیا کے سامنے پیش کی جس کے ذریعے اہل حاجت کی مدد کی درخواست پیش کی گئی تھی ۔ اہلِ یورپ کے سامنے محتاجوں کے ساتھ مدد و ہمدردی کا یہ پہلا اقدام تھا۔ اہل یورپ کے نزدیک ۱۹۴۲ءمیں بیورج (Beberdge) کا یہ اقدام محتاجوں کی کفالت کے میدان میں پہلا کارنامہ ہے۔ مگر یہ پہلا کارنامہ صرف اہلِ یورپ کے نزدیک تو ہو سکتا ہے اہلِ اسلام کے نزدیک ہر گز نہیں کیونکہ اہلِ اسلام کے آخری پیغمبر، محبوبِ پروردگار، امّت کے غم خوار، بے کسوں کے مددگار، ہم غریبوں کے غم گسار، شفیعِ روزِ شُمار، احمد مختار، محمد رسول اللہ ﷺ نے آج سے ۱۴۰۰سو برس پہلے اسلامی ریاست (Islamic State)کے قیام کے ساتھ ہی ایسی تعلیمات ارشاد فرمائی اور کفالت کا وہ عملی نمونہ پیش کیا کہ دنیا درِ مصطفی ﷺ کی محتاج ہو گئی۔

یورپ کا مشہور دانش وررابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault)اس صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یورپ کی ترقی کا کوئی شعبہ اور گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں اسلامی تمدن کا دخل نہ ہو ۔[۵] اسلام کا نظامِ کفالت بھی ایسا جامع نظام ہے جس میں بلا کسی تخصیص و امتیاز، معاشرے کے ہر فرد کو کسی نہ کسی شکل میں اتنا سامانِ معاش ہر حال میں میسر ہو جائے، جس کے بغیر عام طور پر کوئی انسان نہ اطمینان کے ساتھ زندہ رہ سکتا ہے، اور نہ ہی اپنے متعلقہ فرائض و حقوق سرانجام دے سکتا ہے، اس نظام کے تحت ملکی و قومی دولت کی گردش کا دائرہ کار چند اغنیاء اور بڑے مالدار لوگوں کے درمیان محدود نہ ہونے پائے کہ دوسرے ان کے رحم و کرم کے محتاج ہوں، بلکہ اس صورت میں تو اور بھی خصوصیت کے ساتھ اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے، کہ معاشرے کے وہ افراد جو مسکین، محتاج اور نادار ہوں اور کسی طبعی عذر کی وجہ سے معذور ہوں، جس کی وجہ سے کوئی معاشی کام کرنے اور اپنے لیے خود روزی کمانے کے لائق نہ ہوں، یا مناسب روزگار نہ ملنے کی وجہ سے حالت ایسی ہو گئی ہو تو ایسے ضرورت مند افراد کی معاشی کفالت حکومت کی اولین ذمہ داریوں میں شامل ہے اور اسی طرح جو اُن کے عزیز وقریب ہیں، اُن کے ذمہ اِن کی کفالت ہو گی اور معاشرے کے دیگر جو مالدار لوگ ہیں وہ صدقاتِ واجبہ و نافلہ اور

عطیات سے ایسے افراد کی کفالت کا انتظام کریں گے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے: اسلام افرادِ معاشرہ کے درمیان جس معاشی مساوات کو پیدا کرنا چاہتا ہے، وہ یہ نہیں کہ معاشرے کے تمام افراد کے درمیان مال و دولت یکساں اور برابر ہو، جتنی اور جیسی ایک فرد کے پاس ہو اتنی اور ویسی ہی تمام افراد کے پاس ہو، کیونکہ ایسی مساوات، خیالی دنیا میں تو ہو سکتی ہے، لیکن حقیقت کی دنیا میں نہیں ہو سکتی، اسلام جس مساوات کو چاہتا ہے، وہ یہ ہے کہ مال و دولت کی کمی بیشی کے ساتھ ساتھ افرادِ معاشرہ کے معیارِ زندگی اور مظاہر معیشت میں زیادہ سے زیادہ ہو، لہٰذا اسلام غنی کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنا زائد اور اضافی مال راہ خدا میں خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور روحانی عظمت اور اخلاقی برتری حاصل کرے۔

اس کے بعد یہ جاننا بھی نہایت ضروری ہے کہ مغربی دنیا اور بعض جدّت کی طرف مائل مسلم دانشور بھی یہ پروپیگنڈہ کرتے نظر آتے ہیں کہ اسلام نے کوئی معاشی نظام نہیں دیا ان کا یہ کہنا انتہائی مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ معیشت کا تعلق حصولِ رزق اور پیدائشِ دولت سے ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ کھانے پینے، پہننے، اوڑھنے اور رہنے سہنے کے لیے انتظام کیا جانا انسانی تاریخ کا اتنا قدیم عنصر ہے، جتنی دنیا کی تاریخ، تو کیا ایسا ممکن ہے کہ اسلام آنے کے بعد ہزار سال تک (جو کہ دنیا میں اسلام کے عروج کا دور ہے) لوگ ضروریاتِ زندگی سے محروم تھے؟ ہر گز نہیں! بلکہ حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا مختصر دور تو ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے، کہ جو نظام محض چند سال میں انہوں نے پوری دنیا میں متعارف کرا کے رائج بھی کر دیا اور وہ ۲۳ سال تک اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ قائم رہا، پھر غیروں کی سازشوں اور کوششوں سے اِس نظام کے ختم ہونے تک ایک ہزار برس لگ گئے، یعنی جو فلسفۂ معاش ساتویں صدی عیسوی میں انسانیت کے سامنے آیا اُس کے اثرات سترہویں صدی عیسوی تک بھی مٹائے نہ جا سکے، اور آج بیسویں صدی میں بھی دنیا کی ایک بہت بڑی آبادی اِس نظام کو اپنائے ہوئے ہے، پھر اِس نظام کو فرسودہ کیونکر کہا جا سکتا ہے؟

اسلامی نظامِ معاش و نظامِ کفالت کو برباد کرنے کے لیے برسہا برس کی کوششیں ہوئیں، منصوبے بنے، اُن پر عمل ہوا، اور ایک حد تک اِن اسلام دشمن عناصر کو کامیابی بھی ہوئی، اُن منصوبوں میں سے ایک منصوبہ نظامِ انشورنس بھی ہے جو اسلام کے نظامِ کفالتِ عامہ کو ختم کرنے کے لیے وجود میں آیا، ایک نظر اِس مغربی نظامِ انشورنس کے مقاصد پر ڈال لی جائے تاکہ اس کے مقابل اسلام کے نظامِ کفالت کی جامعیت اور افادیت پوری طرح واضح ہو جائے۔

نظامِ انشورنس سماجی اور معاشی تحفظ کا ضامن نہیں بن سکتا، کیوں کہ اِس کا دائرہ کار انتہائی محدود ہے، اگر تھوڑا بہت نظر آرہا ہے تو محض اِن ہی افراد کے لیے یہ نظام ہے، جو کمپنی کی پالیسی لیتے ہیں، یہ وہ افراد ہوتے ہیں جو عام طور پر

سرمایہ دار ہی ہوتے ہیں،اِس نظام میں ایسے طبقہ یاافراد کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے، جواُن کے پالیسی ہولڈر نہیں ہیں، جو معاشی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں، ایسے افراد کو سہارا دینے کا، ان کا ساتھ دینے کا، ان کو چلانے کا کوئی پروگرام یا کوئی حصہ نہیں ہے، جو معاشی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں،اِس نظام میں نہ یتیم بچوں کے سروں پر رکھنے کے لیے دستِ شفقت ہے، نہ بیوہ کو کھلانے کے لیے ایک لقمہ۔حال تو یہ ہے کہ جس کا مزدور خاوند بیمہ کمپنی میں اپنا یا اپنی اس بیوہ کا بیمہ نہ کرا سکا تھا،اِس نظام میں اُن غرباءاور مساکین کے لیے کوئی پالیسی یاانتظام نہیں ہے، جو مکان نہ ہونے کے باعث کھلے آسمان تلے زندگی بسر کررہے ہیں یادن بھر مزدوری نہ ملنے کے سبب بھوکے سونے پر مجبور ہیں،ایسا کیوں؟اِس لیے کہ وہ بیمہ کمپنی کے ممبر نہیں ہیں،اُن کے پاس اِن کی اَقساط ادا کرنے کے لیے وسائل نہیں ہیں۔

مذکورہ تفصیل کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے، کہ نظامِ انشورنس جس پر آج مغرب فخر کررہاہے اور غریبوں کو اپنا محسن ہونا بتارہاہے، جس کے پُر فریب اور پُرکشش اشتہارات ہر فکر کو دور کیجیے!اور غم کو اپنے قریب بھی نہ بھٹکنے دیجیے!کا سبق پڑھارہے ہیں، دراصل یہ (نظام) مذموم سرمایہ کاری کی کوکھ سے جنم لینے والا ایک نیا نظامِ استحصال، دولت کو اپنے پاس جمع کرتے رہنے کا جدید حیلہ اور عالمِ اسلام میں یہودی کاروبار کو فروغ دینے والا ذہنی، فکری و عملی منصوبہ ہے، جس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ امیر کے لیے سب کچھ اور نادار وبے کس غریب کے لیے کچھ نہیں۔

اِس کے برعکس اسلام کے نظامِ کفالتِ عامہ کو پہچانیے اوراِس کی جامعیت اور کاملیت کا بڑی بیدار مغزی اور پوری بصیرت سے جائزہ لیجیے کہ کتنا دودھ اور کتنا پانی ہے؟!جس کا مقصد اسلامی ریاست کے متمول، صاحبِ ثروت افراد سے جائز اور شرعی طریقے سے لے کر اور غرباء ومساکین و معذورین سے کچھ بھی نہ لے کر مملکت وریاست کے تمام باشندوں (بلا تمیز مسلم و کافر) کی ہر قسم کی سماجی، و معاشی حاجات وضروریات کی کفالت، غیر متوقع پیش آمدہ حادثات کا تحفظ اور نقصانات کی تلافی کی ضمانت دیناہے۔

یہ نظام (کفالت) اس معاشی نظام کا ایک حصہ ہے جس کا مقصد محض معاشی کفالت نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ امن وسلامتی کی ضمانت دیناہے،اس (اسلامی نظام) کا رکن بننے کے لیے کوئی قسط اور کوئی فیس نہیں ادا کرناپڑتی، بلکہ صرف احکاماتِ الٰہیہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اسلام کو بحیثیت ضابطہ حیات تسلیم کرنا، امراء کا جائز شرعی واجبات (زکاۃ، صدقات واجبہ، عشر وغیرہ) ادا کرنا اور پوری زندگی اللہ کا بندہ بن کر رہنا اور بصورتِ ذمی، اسلامی ریاست کا وفادار شہری بن کر رہنا اور معمولی جزیہ (بدلِ تحفظ) کا ادا کرنا ہے۔

اسلام جس قسم کا نظامِ کفالت پیش کرتا ہے، اس میں اوّلیت اس بات کو دی گئی ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی شخص بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے، اس نظام میں امیر کو ترغیب دے کر، اور آخرت کا خوف دلا کر یہ درس دیا جاتا ہے کہ وہ غریب اور محروم المعیشت تک اس کی ضروریاتِ زندگی پہنچائے، جو شخص مفلس اور نادار کی حاجت روائی نہ کرے وہ کامل مسلمان ہی نہیں۔

عصرِ حاضر میں نظامِ کفالت کی ضرورت ہے

سرمایہ دارانہ نظام کا خاصہ ہے کہ یہ افرادِ معاشرہ سے سخاوت کو بالکلیہ ہی ختم کر دیتا ہے، چنانچہ اِس نظام کی کسی بھی کتاب کو اُٹھا کے دیکھ لیا جائے کہ اس میں سخاوت وفیاضی کا کوئی ایک بھی عنوان ڈھونڈنے سے نہ مل سکے گا، اس کی وجہ یہی ہے کہ اس نظام کا خمیر ہی بخل اور امساک سے اٹھایا گیا ہے، جب کہ سخاوت وفیاضی کریمانہ اَخلاق کے وہ حصے ہیں جو اللہ رب العزت کی راہ میں خرچ کرنے سے فقراء ومساکین کی محبت، دنیاداری کی حقارت جیسی عمدہ روحانی غذا پاتے ہیں، نبی اکرمؐ نے سخاوت وفیاضی کے اوصافِ حمیدہ کے ذریعے اپنے مال ودولت میں امت کے غریب وبے کس کو بھی شامل فرمایا اور اِس طرح گردشِ دولت کی راہیں کشادہ کر دیں اور بخل وارتکازِ دولت کی عاداتِ رذیلہ کے مضر اثرات کو ختم فرمایا، اور اِس خصلتِ حمیدہ میں امت کو بھی اپنے ساتھ شامل فرمایا، جابجا ان کی ذہن سازی کی، کبھی ترغیب کے ذریعے اور کبھی ترہیب کے ذریعے، لیکن اِن سب سے بڑھ کر خود آپؐ کا اپنا پاکیزہ عمل نمونہ تھا، جس کی ادنیٰ سی جھلک پہلی بار نازل ہونے والی وحی کے وقت آپؐ پر طاری ہونے والی گھبراہٹ کو دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ کو تسلی دیتے ہوئے آپ کی اعلیٰ صفات شمار کروانا ہے، جیسا کہ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۲ھ اپنی صحیح میں نقل فرماتے ہیں:

> فَقَالَتْ خَدِيجَةُ: كَلّا وَاللهِ مَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَداً إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحْمَ تَحْمِلُ الكلَّ وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ وتُقْرِى الضَّيفَ وَتُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔
>
> "(آپؐ کی گھبراہٹ کو دیکھ کر) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہر گز نہیں! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کریں گے، آپ تو رشتوں کو جوڑنے والے ہیں، آپ تو کمزوروں، بے کسوں کا سہارا بنتے ہیں، جن کا کوئی کمانے والا نہیں آپ اُن کو کما کر کھلاتے ہیں، ناتوانوں کے بوجھ اُٹھاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور آفت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔"(٦)

یہ تو آپ ﷺ کی صفاتِ عالیہ کی ایک ادنٰی سی جھلک ہے، ورنہ تو پوری حیاتِ طیبہ یہی اُسوہ پیش کرتی ہے۔ یہ فرمان بھی کافی ہے کسی بھی بستی میں کوئی شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ رات بھر بھوکا رہا ہو، تو اللہ رب العزت کا ذمہ اس بستی سے بری ہے۔ نبی اکرمؐ نے غرباء کی امداد کی اس قدر ترغیب دی کہ صحابہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس جو زائد اموال ہیں ان میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے، جیساکہ ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف بن مری النووی (۶۳۱ھ۔۶۷۶ھ) نقل فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِی سعیدِن الْخُدْرِی رضی اللہ عنہ قال: بَیْنَمَا نَحْنُ فِی سَفَرٍ مَعَ النَّبِی ﷺ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَةٍ لہ، فَجَلَ یَصْرِفُ بَصَرَہ یمیناً و شِمالاً، فقال رسول اللہ ﷺ مَنْ کَانَ مَعَہ فَضْلُ ظَھرٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَن لاَ ظَھرَ لَہ، وَمَنْ کَانَ لَہ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ، فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لاَ زَادَ لَہ فذکر من أصنافِ المالِ ما ذکر حتیٰ رَأینا أنَّہ لاحَقَّ لأحدٍ مِنّا فی فَضْلٍ۔

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرمؐ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے کہ ایک شخص آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا، تو نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اُسے دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو، اور جس کے پاس ضرورت سے زائد زادِ راہ ہو تو وہ (اُس توشے کو) اُسے دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہ ہو، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ مختلف انواع کے اموال (اسی طرح اوروں کو دے دینے) کا ذکر فرماتے رہے کہ ہم (میں سے ہر ایک) نے گمان کر لیا تھا کہ ہم میں سے کسی کو بھی اپنے ضرورت سے زائد مال پر کوئی حق نہیں''۔(۷)

حدیث شریف میں تو یہاں تک حکم ہے کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو اپنا مہمان بنالے، اور اگر چار (آدمیوں) کا کھانا ہو تو پانچویں یا چھٹے کو (اپنا مہمان بنالے)۔ دوسری روایت میں ہے کہ دو افراد کا کھانا تین افراد کو کفایت کر جائے گا اور تین کا کھانا چار کو کفایت کر جائے گا۔

یہ ہیں وہ تعلیمات جو اسلام کی جامعیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر یہ امت وحدتِ امت کا نمونہ پیش کر سکتی ہے، یہ تصورِ امت کے اندر سے منافرت کی بو تک مٹا دیتا ہے، اور امت مسلمہ کو یک جان کر دیتا ہے، اس کی بہت ہی دلکش تعبیر حدیث پاک میں بیان فرمائی ہے:

مومنین کی مثال ان کے آپس میں محبت و شفقت، اُنس و مودت اور لطف و کرم میں ایک جسم کی مانند ہے، جس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم بیداری اور بخار میں اس کا شریک ہوتا ہے۔اس سے اندازہ کر لینا چاہیے کہ کیا مغرب کا پیش کردہ نظامِ انشورنس، اسلام کے نظامِ کفالت عامہ کے برابر ہو سکتا ہے؟اس کے علاوہ اور بہت سی روایات و آثار اس بارے میں منقول ہیں۔جیسا کہ شیخ ابو محمد علی بن احمد بن حزم اندلسی الظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) سے منقول ہے:

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق یہ روایت درجۂ صحت کو پہنچتی ہے کہ (ایک مرتبہ) ان کا سامانِ خورد و نوش ختم ہونے کے قریب آ لگا تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر ہے، وہ حاضر کرے اور پھر سب کو یکجا کیا اور ان سب میں برابر تقسیم کر کے سب کو قوتِ لایموت کا سامان مہیا کر دیا۔اس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا، ننگا یا ضروریاتِ زندگی سے محروم ہے تو مالدار کے خاص مال میں سے اس کی کفالت کرنا فرض ہے۔[۸]

ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف بن مری النووی (۶۳۱ھ۔۶۷۶ھ) نقل فرماتے ہیں:

غور کریں اس حدیث شریف میں نبی کریمؐ نے اشعری قبیلہ والوں کی اس وجہ سے تعریف کی کہ جب کبھی سفر حضر میں ان کے ہاں غلہ کی کمی ہو جاتی تو وہ اپنا غلہ ایک کپڑے میں جمع کر دیتے اور پھر برابر تقسیم کر لیتے، چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں خوش ہو کر فرمایا: وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔[۹]

خلاصہ کلام! اسلام اپنی تعلیمات کے ذریعے تعاون و تکافل کا وہ اعلیٰ ترین معیار قائم کرتا ہے، جس کی بلندیوں تک آج مذموم سرمایہ دار اور لادین اشتراکی ذہن رکھنے والے کا تخیل، پرواز ہی نہیں کر سکتا۔اسلام معاشی کمزوریاں دور کرنے کے لیے اجتماعی کفالتِ عامہ کا جو تصور پیش کرتا ہے اُسے صرف وعظ و تلقین ہی تک نہیں چھوڑا، اور نہ ہی اسے صرف انفرادی اور اجتماعی وجدان کے رحم و کرم کے سپرد کیا ہے، بلکہ اسلامی ریاست کے امیر المومنین کو ذمہ دار بنایا ہے، کہ وہ اس نظام کو عملی جامہ پہنائے اور اس کے احیاء میں آنے والی ہر رکاوٹ دور کرے۔

اسلام کا نظامِ کفالت کن کن افراد کے لیے مفید ہو گا؟

امام ابو یوسف القاضی یعقوب بن ابراہیم الانصاری البغدادی الفقیہ (متوفی، ۱۸۲ھ) لکھتے ہیں:

اسلامی ریاست میں بسنے والے چونکہ صرف مسلمان ہی نہیں ہوتے، بلکہ غیر مسلم بھی ہوتے ہیں تو ریاست میں مقیم ہر مسلم و غیر مسلم کی کفالت اس نظام کا حصہ ہے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ مبارک میں جب حیرہ فتح ہوا تو اس موقع پر ایک معاہدہ لکھا گیا جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے کفالتِ عامہ کا ذکر ہے، ملاحظہ ہو:

وَجَعَلتُ لهم أيما شيخٍ ضعُفَ عَنِ العَمَلِ أو أَصَابَتْه اٰفةٌ مِنْ اٰفاتٍ أو غَنِياً فافتَقَرَ وصَارَ أهلُ دينه يتَصَدَّقُونَ عليه، طُرِحَتْ جِزْيةٌ، وعِيلَ مِنْ بيتِ مالِ المسلمينَ وعِيالُه ما أقامَ بدارِالهجرةِ ودارِالإسلام۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ : میں طے کرتا ہوں کہ اگر ذمیوں میں سے کوئی ضعیف ہو، کام نہ کر سکتا ہو، یا آسمانی یا زمینی آفات میں سے کوئی آفت اس پر آپڑے، یا ان کا کوئی مالدار محتاج ہو جائے اور اس کے اہلِ مذہب اس کو خیرات دینے لگیں، تو ایسے تمام افراد کا جزیہ معاف ہے، اور بیت المال سے ان کی اور ان کے اہلِ خانہ کی کفالت کی جائے گی، جب تک وہ دار الہجرۃ اور دار الاسلام میں اقامت پذیر ہوں۔اسی تناظر میں دورِ فاروقی کا بھی ایک واقعہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

حضرت عمر بن نافع حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ (جس کا مفہوم یہ ہے کہ)ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نابینا بوڑھے شخص کو بھیک مانگتے دیکھا، اس سے پوچھنے پر پتہ چلا کہ وہ یہودی ہے، بھیک مانگنے کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ جزیہ کی ادائیگی، معاشی ضروریات اور پیرانہ سالی نے (بھیک مانگنے پر مجبور کر دیا) یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے، جو موجود تھا وہ دیا، اور پھر بیت المال کے خزانچی کے پاس فرمان بھیجا کہ یہ اور اس جیسے دوسرے حاجت مندوں کی تفتیش کرو، اللہ کی قسم! ہم اس کے ساتھ ہر گز انصاف نہیں کر سکتے کہ اس کی جوانی کی محنت (بصورتِ جزیہ) تو کھائیں مگر اس کے بڑھاپے میں اسے بھیک مانگنے کے لیے چھوڑ دیں، قرآن پاک میں ہے : (اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ)اور میرے نزدیک یہاں فقراء سے مراد مسلمان مفلس ہیں (اور مساکین سے مراد اہل کتاب کے مساکین و فقراء ہیں) اور یہ سائل مساکینِ اہلِ کتاب میں سے ہے، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا جزیہ معاف کر دیا۔[۱۰]

مذکورہ بالا اور اس جیسی اور بہت سی نظائر سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کا نظامِ کفالت بلا تمیز مسلم و کافر سب کے لیے ہے، یہ ایسا ابرِ رحمت ہے جو باغ اور کوڑے کرکٹ، ہر جگہ برستا ہے۔

ضروریاتِ دو قسم کی ہیں

انسان کی ضروریات دو قسم کی ہیں : اوّل وہ ضروریات جن پر انسان کی زندگی کا دار و مدار ہے، اور دوسری وہ ضروریات جو حیاتِ انسانی میں نکھار کا سبب بنتی ہیں :

پہلی قسم کی ضروریات: ضروریات کی اس قسم میں بنیادی طور پر خوراک، لباس، جائے سکونت، اور ابتدائی وضروری طبّی امداد شامل ہے، اسلامی حکومت تمام مذکورہ ضروریات کو پورا کرے گی۔ اسلامی حکومت کے سربراہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر فرد خواہ وہ امیر ہو یا فقیر، مرد ہو یا عورت کو اس کی استعداد اور حالت کے مطابق ان تین بنیادی ضروریات کے حصول کے لیے ہر قسم کی سہولیات پہنچائے، وہ تین چیزیں یہ ہیں:

۱۔کھانے پینے کی سہولت، کیوں کہ یہ ہر فرد کی زندگی کا ذریعہ ہے، اور اس کے بغیر زندگی کا تصور ہی نہیں۔

۲۔لباس کی ضرورت، خواہ وہ روئی کا ہو یا کتان (قیمتی کپڑا) یا اُون کا۔

۳۔ازدواجی زندگی کی سہولت، کیوں کہ یہ انسانی نسل کی بقاء کے لیے ضروری ہے۔

یاد رہے! اسلام کا اقتصادی نظام میں تمام ائمہ مجتہدین کا بھی یہی مسلک ہے۔[۱۱]

دوسری قسم کی ضروریات: اس قسم میں وہ ضروریات شامل ہیں، جو انسان کو اخلاقی اعتبار سے اور معاشرتی اعتبار سے مضبوط کرتی ہیں، ان میں تعلیم و تربیت، صحت و دیگر مصائب، غیر شادی شدہ اور شادی شدہ افراد کی کفالت، مقروضوں کے قرضوں کی ادائیگی، نومولود بچوں کے وظائف، اپاہج وناکارہ افراد کی کفالت، سرایوں کی تعمیر، خواتین اسلام کی کفالت وغیرہ وغیرہ۔[۱۲]

نظامِ کفالت کی وسعت وجامعیت

اسلام کے نظامِ کفالت عامہ کی حدود کیا ہیں؟ تو جاننا چاہیے کہ جوں جو اسلامی ریاست وسیع ہوتی جائے گی اور وسائل بڑھتے جائیں گے، اسی طرح کفالت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا، چنانچہ اسلام کا نظامِ تکافل و کفالتِ عامہ کی وسعت، جامعیت، کاملیت و حدود کا اندازہ لگانے کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جنھیں خلیفہ راشد تسلیم کیا گیا ہے، کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔

ابو عبید، قاسم بن سلام بن عبداللہ الھروی البغدادی، (متوفی، ۲۲۴ھ) نقل فرماتے ہیں:

مذکورہ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے گورنر کے نام لکھا کہ وہ لوگوں کے عطایا ان کو ادا کرے، گورنر نے جواب لکھا کہ میں نے عوام کے عطایا انھیں ادا کر دیئے ہیں، مگر بیت المال کی رقم بچی پڑی ہے (اس کا کیا کروں؟) تو آپؒ نے لکھا کہ ایسے مقروضوں کو تلاش کرو جنھوں نے کسی بغیر نادانی کے کاموں کے، یا بغیر فضول خرچی کے قرض لیا ہو، ان کا قرض ادا کر دو، گورنر نے لکھا کہ میں نے ایسے تمام (مقروضوں) کے قرضے ادا کر دیے ہیں، پھر بھی مسلمانوں کے بیت المال میں رقم بچ گئی ہے، آپؒ نے لکھا کہ ہر ایسے کنوارے کو تلاش کرو جس کے پاس

مال نہ ہو، مگر وہ شادی کرنا چاہتا ہو، اس کی شادی کراؤ، اور اس کا مہر ادا کرو، گورنر نے لکھا کہ میں نے جس کسی کو ایسا پایا، اس کا نکاح کرادیا ہے، مگر پھر بھی بیت المال میں رقم باقی ہے، آپؓ نے لکھا کہ ہر ایسے ذمی (شخص) کو تلاش کرو جس پر جزیہ ہو، اور (مفلسی کے باعث) اپنی زمین آباد کرنے سے عاجز ہو، اسے قرضہ دو تاکہ وہ اپنی زمین (کی آبادکاری) کا کام کرنے کے قابل ہو جائے، کیوں کہ ہم ان (ذمیوں) کو صرف ایک سال یا دو سال کے لیے ہی نہیں رکھنا چاہتے (بلکہ ان سے حسن وسلوک کا طویل رشتہ چاہتے ہیں)۔[۱۳]

اس روایت سے خوب اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کا نظامِ کفالتِ عامہ کتنا جامع اور وسیع ہے کہ وسائل کی دستیابی کے ساتھ ساتھ اس کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے اور پھیلتا جاتا ہے، اور پھر رعایا کی ضروریات کی تکمیل کا اندازہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، جیسا کہ یحییٰ بن آدم، ابو زکریا ابن سلیمان قرشی (متوفی ۲۰۳ھ) سے منقول ہے: حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أما وَالله! لَئِنْ بَقِيتُ لأَ رامِلِ أهلِ العراقِ لأدعنهن لاَ يفْتَقِرْنَ إلى أميرٍ بعدی.

فرمایا: اللہ (جل شانہ) کی قسم! اگر میں اہلِ عراق کی بیواؤں کے لیے (اگلے سال تک) زندہ رہ سکا، تو انھیں ایسا (غنی) کردوں گا کہ وہ میرے بعد کسی امیر کی اعانت کی محتاج نہ رہیں گی۔[۱۴]

حضرت ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین بن لیث بن رافع المصری (متوفی، ۲۱۴ھ) لکھتے ہیں:

اور پھر ان خواہشات کی تکمیل حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دورِ خلافت میں ہوئی جس کی طرف ان کے ایک گورنر یحییٰ بن سعید نے اشارہ کیا ہے، ملاحظہ ہو:

قال يحيىٰ بنُ سعيد بعثنی عمرُ بنُ عبدِ العزيز رحمه الله إلى صدقاتِ إفريقيةَ، فاقْتَضَيتُها وطَلَبْتُ فقراء، نعطيها لهم، فلم نجد بها فقيراً ولم نجد من يأخذها منی، قد أغنىٰ عمرُ بنُ عبدِ العزيزِ الناسَ، فاشتريتُ بها رقاباً فأعتقتهم، وولائهم للمسلمين.

"یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ مجھے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے افریقہ میں صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا، میں نے صدقات وصول کیے اور ایسے لوگوں کی تلاش کی جنھیں صدقات دے سکوں، مگر ایسا شخص نہ ملا جو صدقہ قبول کرے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اہل عراق کو (اتنا) غنی کر دیا تھا (کہ انھیں صدقہ قبول کرنے کی حاجت ہی نہیں رہی تھی) بالآخر میں نے اس صدقہ سے غلاموں کو خرید کے آزاد کیا"[۱۵]

یہ انتہاء ہے اسلام کے نظامِ کفالتِ عامہ کی، اس حقیقت سے نظریں چُرا کر مغرب کے قائم کردہ نظاموں کو قائم کرنا، ان کو رواج دینا بالخصوص نظامِ انشورنس کو اسلام کے اس کامل نظام کے مقابل کھڑا کرنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ انسان کا بنایا ہوا نظام شاید قانون ساز کی تجوری کو تو بھر سکتا ہو، لیکن ہر انسان کے لیے وہ مفید و معاون ہو، ایسا ہونا محال ہے، اس عالمی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے قانونِ الٰہی ہی کارکرد ثابت ہو سکتا ہے، کوئی اور نہیں۔(۱۶)

پاکستان کی سطح پر اگر ہم نظامِ کفالت کا جائزہ لیں تو ہمیں کفِ افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اسلامی جمہوریہ ملک میں اسلامی نظام ناپید نظر آتا ہے کچھ نجی ادارے اپنے طور پر اس نظام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کر رہے ہیں جو باعث صد تحسین ہے۔

پاکستان میں شعبہ کفالت پر کام کرنے والے چند اداروں پر اک طائرانہ نظر

ایدھی چائلڈ کیئر اور بچوں کی کفالت سینٹر:

بچوں کو گود لے نا اور ان کی حفاظت و نگرانی کی تاریخ 1949 سے ملتی ہے۔ایدھی کفالت سینٹر کا عملہ اور بیگم بلقیس ایدھی خود ان بچوں کے کھانے اور خوراک کی نگرانی کرتی ہیں۔اس مقصد کے لئے تمام ایدھی مراکز پر ایک عدد جھولا کا قیام کیا گیا ہے۔ جس میں پورے ملک سے ناجائز اور غریب بچوں ان جھولوں میں رکھا جاتا ہے ۔ زیادہ تر ان لاوارث نومولود بچوں کو بے اولاد جوڑوں کو عطیہ کیا جاتا ہے اور جو کہ ہماری پالیسی کے مطابق ان کے مستحق بھی ہوتے ہیں۔ایدھی کفالت سینٹر مکمل طور پر اس فیملی کی چھان بین کر کے ہی بچہ ان کو سونپ دیتا ہے۔ سالانہ کی بنیاد پر 250 بچے کفالت کے لئے دیئے جاتے ہیں اور اب تک ہزاروں کی تعداد میں لاوارث بچوں کو باقاعدہ کفالت کے لئے دیئے جا چکے ہیں۔

سیلانی ویلفیئر انٹرنیشنل ٹرسٹ کا شعبہ کفالت

پاکستان میں شعبہ کفالت پر کام کرنے والے چند اداروں میں سرفہرست کراچی شہر کا مشہور ادارہ سیلانی ویلفیئر انٹرنیشنل ٹرسٹ ہے۔ جس نے نورانی چورنگی نمائش پر مستحقین کی کفالت کے لئے ایک شعبہ (دَارُالکَفالہ) قائم کیا ہے۔ جس میں جدید فری گارمنٹس شاپ اور تقریباً 7,000 گھرانوں کی ماہانہ کفالت کی جاتی ہے، اس کفالت میں ماہانہ راشن، الیکٹرک بل، گیس کے بل، اسکول فیس، شادیوں کا انتظام، بچوں کے اسکول میں نئے سال کے تعلیمی اخراجات اور دیگر ضروریات فراہم کی جارہی ہیں۔

اس کفالت میں بے سہارا خاندانوں کی بڑے مربوط انداز میں کفالت کی ذمہ داری پوری کی جاتی ہے اس کفالت میں خاندانوں کی مکمل انکوائری(Inquiry) کرکے جن کو جو ضرورت ہوتی ہے اس کا مکمل لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یعنی ۱۲مہینے ان کے ماہانہ راشن،الیکٹرک بِل، گیس بِل، گھر کا کرایہ، بچوں کی اسکول فیس، سردی گرمی کے کپڑے، بچوں کی تعلیمی ضروریات، عیدین کے موقع پر خصوصی تعاون، علاج معالجہ کے اخراجات، بچیوں کی شادی بیاہ میں اور دیگر گھریلو ضروریات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ان گھرانوں میں یتیم بیواؤں کے گھرانے، معذوروں کے گھرانے، کم آمدنی والوں کے گھرانے، منشیات سے متاثرہ لوگوں کے گھرانے، دائمی بیماروں کے گھرانے، گمشدہ کفیل کے گھرانے، قیدیوں کے گھرانے، جیلوں میں لاپتہ افراد کے گھرانے وغیرہ شامل ہیں۔ان گھرانوں کی ہر دکھ سکھ میں سیلانی بڑھ چڑھ کر تعاون کرتا ہے۔رمضان المبارک، عیدبقرعید کے موقع پر خصوصی پیکج، سردی گرمی کے کپڑے اور گھر کی دیگر ضروریات کا سامان ادارہ ایسے گھرانوں کی ۱۲ ماہ کفالت کی ذمہ داری اٹھاکر ان کو خوشیاں فراہم کرتاہے۔ اس کے علاوہ سیلانی ویلفیئر کے تحت تقریباً 2000 سے زائد افراد تنخواہ حاصل کرتے ہیں،اور حتی الامکان ویلفیئر دھوپ چھاؤں میں ان کی مدد کرتا ہے۔

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کا شعبہ کفالت

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن مبارک باد کی مستحق ہے کہ اس نے معاشرے کے ایسے محروم، محتاج، بے کس و بے بس یتیموں کو سہارا دینے اور ان کی مکمل کفالت کا اہتمام کیا ہے یہی دین کی اصل روح ہے۔ معاشرے کا وہ طبقہ جنہیں اللہ رب العزت نے وسائل دے رکھے ہیں ان کے وسائل میں ایسے یتیموں، بے سہارا محتاجوں اور مسکینوں کا بھی حق ہے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نے مرکزی سطح پر 500 بچوں کی مکمل کفالت کے لیے آغوش کا ادارہ قائم کیا ہے اور ملک بھر میں اس کی شاخیں قائم کی جارہی ہیں۔

الخدمت فاونڈیشن کا شعبہ کفالت

الخدمت فاونڈیشن سینکڑوں سے زائد یتیم بچوں کی کفالت کررہا ہے۔الخدمت فاؤنڈیشن کے دس الخدمت آغوش ہوم قائم ہیں جہاں سینکڑوں بچوں کی کفالت کی جارہی ہے۔ جہاں بچوں کی رہائش، خوراک، تعلیم اور تعمیر شخصیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

المصطفی ویلفیئر سوسائٹی ٹرسٹ کا شعبہ کفالت

المصطفیٰ ویلفیئر ٹرسٹ اپنے شعبہ کفالت کے ذریعے ہزاروں بچوں کی کفالت میں مصروفِ عمل ہے۔ہزاروں بچوں میں سکول کٹ تقسیم کی جاتی ہیں۔المصطفیٰ نے یتیم بچیوں کی سپانسر شپ کے منفرد پروگرام کا آغاز بھی کیا جس کے تحت یتیم اور بے سہارا بچیوں کو رجسٹرڈ کر کے ان کی ماہانہ کفالت جاری ہے۔المصطفیٰ کا حافظ سپانسر شپ پروگرام بھی کامیاب ثابت ہوا جس کے تحت حفظ کے طالبعلموں کی رجسٹریشن کر کے انہیں ماہانہ وظائف مہیا کیے جاتے ہیں۔

خلاصہ آرٹیکل

مذکورہ بالا چند دلائل و برہان سے فقط اس موضع کی اہمیت کو اجاگر کرنا مقصود تھا ورنہ یہ موضوع سمندر کی موجوں کی طرح بے کنار ہے۔اس آرٹیکل میں اسلامی نظام کفالت کو مختصراً بیان کیا گیا ہے جو وقت کی ضرورت کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔اور ان چند اداروں کا ذکر کیا گیا ہے جو پاکستان میں نظامِ کفالت کو اپنے تئیں رائج کرنے کی مکمل کوشش کر رہے ہیں۔کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ وہ عظیم اجر ہے جو ساری زندگی روزہ رکھنے اور رات بھر کے قیام سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔یہ اسلام کا وہ تصور ویلفیئر اور تصور کفالت ہے جس کی مثال پوری دنیا میں نہیں دی جاسکتی۔پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ملک ہے۔اس میں اسلامی نظام کا نفاذ اشد ضروری ہے تاکہ غریب، مسکین، یتیم و بیواؤں کی کفالت باحسن وخوبی سرانجام دی جائے۔غریب و مستحق لوگوں کو اسلامی نظام کفالت کے ذریعے فائدہ پہنچایا جائے۔اسلامی نظامِ کفالت وہ تصور ہے جس میں انسان کی خوراک سے لے کر تعلیم، صحت، روزگار اور انسانی زندگی کے دیگر شعبہ جات میں خدمت کی جاتی ہے۔آج پاکستان کو ایسے ہی ایک اسلامی نظام کفالت کی ضرورت ہے۔جو اسلام کے اولین دور کی یاد تازہ کر دے، خلفائے راشدین کے ادوار کا نقشہ سامنے آجائے۔اور اپنے تو اپنے بیگانے بھی ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ اسلامی نظام کفالت میں ہی ملک و قوم کی بقاو سلامتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن قشیری نیشاپوری(۲۰۶ھ/۲۶۱ھ/ ۸۲۱ء ۔۸۷۵ء)۔ الصحیح۔کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین، ج۴،ص۱۷۲۶،رقم الحدیث:۶۳، بیروت، لبنان:داراحیاء التراث العربی۔ +دار ابن حزم۔

۲۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴ھ / ۲۵۶ھ/۸۱۰ء۔۸۷۰ء)۔الصحیح،،کتاب الادب،فضل من یعول یتیما، ج۵،ص۲۲۳۷،رقم الحدیث:۵۶۵۹،بیروت،لبنان:دارابن کثیر،الیمامہ،الطبعۃ الثالثۃ:۱۴۰۷ھ۔

۳۔ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی(۲۰۹ھ/۲۷۳ھ/۸۲۴ء ۔۸۸۷ء)۔السنن، کتاب الادب ، باب حق الیتیم۔ج۲/ ۱۲۱۳،رقم:۳۶۷۹۔بیروت،لبنان:دار الفکر۔

۴۔ بخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴ھ /۲۵۶ھ / ۸۱۰ء ۔ ۸۷۰ء)۔ الصحیح، کتاب الادب،باب فضل من یعول یتیما، ج۵،ص۲۲۳۷، رقم الحدیث:۵۶۵۹،بیروت،لبنان:دار ابن کثیر،الیمامہ،الطبعۃ الثالثۃ:۱۴۰۷ھ۔

۵۔ The making of humanity, P: 190 ,Robert Briffault

۶۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴ھ/۲۵۶ ھ/۸۱۰ء ۔۸۷۰ء)۔ الصحیح، کتاب بدء الوحی، ج۱/ ص۷،رقم الحدیث:۳،بیروت،لبنان:دار ابن کثیر،الیمامہ، الطبعۃ الثالثۃ:۱۴۰۷ھ+ دارطوق النجاۃ۔

۷۔نووی، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف بن مری (۶۳۱ھ ۔۶۷۶ھ)۔ ریاض الصالحین، باب الِایثار والمواساۃ،رقم الحدیث:۵۶۶، ص:۱۷۳۔ بیروت،لبنان:دارالسلام۔

۸۔ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی الظاہری(۳۸۳ھ ۔ ۴۵۶ھ / ۹۹۳ء ۔ ۱۰۶۴ء)۔المحلی بالآثار، کتاب الزکاۃ، اِن اللہ فرض علی الأغنیاء مایکفی الفقراء،ج۴/ص۲۸۳۔بیروت،لبنان:دار الکتب العلمیۃ۔

۹۔ نووی،ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف بن مری(۶۳۱ھ ۔ ۶۷۶ھ)۔ ریاض الصالحین ، باب الِایثار والمواساۃ، رقم الحدیث:۵۶۸، ص:۱۷۳۔ بیروت،لبنان:دارالسلام۔

۱۰۔ابو یوسف،القاضی یعقوب بن ابراہیم الانصاری البغدادی الفقیہ(۱۱۳ھ ۔ ۱۸۲ھ)کتاب الخراج، باب: فی من یجب علیہ الجزیۃ،ص:۱۲۶۔ بیروت، لبنان:دار المعرفۃ + قاھرۃ،مصر: الطبعۃ السلفیۃ۔

۱۱۔مولاناحفظ الرحمن سیوھاروی ۔ اسلام کا اقتصادی نظام، ص:۱۵۳،دہلی،ہندوستان:ندوۃ المصنّفین۔

۱۲۔ سیوطی،جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹ھ /۹۱۱ھ/۱۴۴۵ء۔۱۵۰۵ء)۔تاریخ الخلفاء۔بغداد،عراق: مکتبۃ الشرق الجدید۔

۱۳۔ابو عبید،قاسم بن سلام بن عبد اللہ الھروی البغدادی، (۲۲۴ھ) کتاب الاموال، کتاب مخارج الفیئ، باب تعجیل اخراج الفیئ ج۱/ص۳۱۹،رقم:۶۲۵۔ بیروت،لبنان:دارالفکر،۱۴۰۸ھ۔

۱۴۔یحییٰ بن آدم، ابوزکریا ابن سلیمان قرشی (متوفی۲۰۳ھ)۔ کتاب الخراج، باب الرفق باہل الجزیۃ،رقم الحدیث: ۲۴۰، ص۷۳،۔ لاہور، پاکستان:المکتبۃ الاسلامیۃ،۱۹۷۴ء ۔ بیروت، لبنان:المکتبۃالعلمیۃ۔

۱۵۔عبد اللہ بن عبدالحکم بن اعین بن لیث بن رافع،ابومحمد المصری (۲۱۴ھ)۔سیرۃ عمر بن عبد العزیز،ج۱/ص۶۵۔ بیروت،لبنان:عالم الکتاب۔۱۴۰۴ھ۔

۱۶۔مفتی راشدڈسکوی ،ماہنامہ دارالعلوم ،کالم: اسلام کا نظام کفالتِ عامہ شمارہ۱۲،جلد:۹۵،محرم الحرام۱۴۳۳ہجری مطابق دسمبر۲۰۱۱ء۔